پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ کی سوانح نگاری: حیات محروم کے آئینہ میں

پروفیسر مشتاق قادری
شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی

تلخیص: کسی بھی شخص کی مرقع نگاری اور سوانحی تصویر کشی کوئی آسان کام نہیں ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ ہر میدان کے مردان کار ہوتے ہیں جن کے لیے وہ آسان اور سہل ہوتا ہے۔ انہیں مردان کار میں پروفیسر جگن ناتھ آزاد کا شمار ہوتا ہے۔ پروفیسر جگن ناتھ ماہر اقبالیات، ممتاز شاعر، اعلیٰ درجے کے ناقد، بہترین سوانح نگار نیز سبز اردو کی حیثیت سے اردو زبان وادب میں اپنا مقام رکھتے ہیں۔ ان سبھی جہات میں ان کی فتوحات کو شائقین زبان وادب نے خوب سراہا ہے۔ اردو نثر میں محمد حسین آزاد، ابوالکلام آزاد، آزاد انصاری کے نثری کارنامے سبھی کے سامنے ہیں ان آزادوں پر سوانحی نثر نگاری میں چوتھے آزاد پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ کا اضافہ ہوا جن کے جادوئی قلم سے سوانح نگاری کا بہترین شاہ کار وجود میں آیا۔

کلیدی الفاظ: سوانح، صنف، واقعات، عقیدت۔ حقیقت

سوانح نگاری اردو کی ایک ادبی صنف ہے جس کا تعلق کسی فرد کی موت وحیات کے سبھی احوال وواقعات سے ہوتا ہے۔ انہیں احوال وواقعات کے ذریعہ سوانح نگاری میں کسی فرد کا خاکہ کھینچا جاتا ہے۔ سوانح نگاری انہیں داخلی وخارجی کیفیات سے اپنے گل بوٹے سجاتی ہے۔ سوانح نگاری کے اسباب وعوامل میں ارادت مندی، عقیدت، استادی، شاگردی اورالفت ومحبت شامل ہیں۔ یہی محرکات کسی ادیب کو سوانح نگاری پر برانگیختہ کرتے ہیں۔ سوانح نگاری میں سوانح نگار کو دانش مندی، حقیقت نگاری، دیانت داری راست بازی اور غیر جانب داری سے کام لینا پڑتا ہے۔ دوسری جانب موضوع، مواد کو خوش اسلوبی سے پیش کرنا بھی اس صنف کا بڑا چیلنج ہوتا ہے۔ اس چیلنج کو پورا کرنا ہر ایرے غیرے کا کام نہیں۔ اس کے لیے برسوں کی ریاضی، گہرا تجربہ نیز فنی باریکیوں سے آشنائی کی، ہر قدم پر ضرورت ہوتی ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ اس صنف میں سوانح نگاری کسی ایسی شخصیت کا انتخاب کرتا ہے جس کو وہ اچھے سے جانتا اور پہچانتا ہے۔ نیز سوانح نگار اس کے روز وشب کا گہرا مشاہدہ کر کے ہی اس میدان میں قدم رکھتا ہے اور یہی اسباب وعوامل اس سوانح نگار کو قلم اٹھانے پر مجبور کرتے ہیں۔

اردو میں سوانح نگاری کا آغاز حالیؔ، شبلیؔ اور سرسید کی جدوجہد سے ہوتا ہے۔ سرسید نے اردو زبان وادب پر بہت سے احسانات کیے ہیں لیکن اس صنف کو سرسید نے حقیقت نگاری سے آشنا کیا، سرسید سے پہلے اس صنف میں حقیقت نگاری کا وجود مفقود تھا۔ عہد حاضر میں اردو سوانح کو دو خانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اول وہ جن کا تعلق حالی سے ہے اور دوسری وہ سوانح عمریاں جن کا تعلق شبلی سے ہے۔ عہد حاضر کی تمام سوانح انھی دونوں کی اتباع میں لکھی جا رہی ہیں اور مستقبل میں بھی یہی دونوں دبستان اس صنف کے لیے مشعل راہ ثابت ہوں گے۔

کسی بھی شخص کی مرقع نگاری اور سوانحی تصویر کشی کوئی آسان کام نہیں ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ ہر میدان کے مردان کار ہوتے ہیں جن کے لیے وہ آسان اور سہل ہوتا ہے۔ انہیں مردان کار میں پروفیسر جگن ناتھ آزاد کا شمار ہوتا ہے۔ پروفیسر جگن ناتھ ماہر اقبالیات، ممتاز شاعر، اعلیٰ درجے کے ناقد، بہترین سوانح نگار نیز سبز اردو کی حیثیت سے اردو زبان وادب میں اپنا مقام رکھتے ہیں۔ ان سبھی جہات میں ان کی فتوحات کو شائقین زبان وادب نے خوب سراہا ہے۔ اردو نثر میں محمد حسین آزاد، ابوالکلام آزاد، آزاد انصاری کے نثری کارنامے سبھی کے سامنے ہیں ان آزادوں پر سوانحی نثر نگاری میں چوتھے آزاد پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ کا اضافہ ہوا جن کے جادوئی قلم سے سوانح نگاری کا بہترین شاہکار وجود میں آیا۔

پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ کو والد گرامی سے محبت تھی اور انہوں نے اپنی اس محبت کا اظہار حیات تلوک چند محروم کے ذریعہ کیا۔ تلوک چند اردو کے ممتاز شاعر ہیں۔ اقبال نے ان کی شاعری کی خوب تعریف کی۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد کا شماران خوش نصیبوں میں ہوتا ہے جن کی شہرت برصغیر سے نکل کر بیرون ملک تک جا پہنچی۔ جگن ناتھ کی شہرت کے بہت سے ابعاد ہیں جو اردو زبان وادب کے شائقین کے نزدیک مسلم ہیں۔ ماہر اقبالیات کی حیثیت سے ہر جگہ ان کے نام کو آنکھوں سے لگایا جاتا ہے۔

ہر بیٹے کے دل میں اپنے والد سے فطری لگاؤ ہوتا ہے۔ یہ لگاؤ جگن ناتھ آزاد کے دل میں بھی تھا والد گرامی کی ذات ہر خامہ فرسائی تو وہ خود ہی کرنا چاہتے تھے لیکن اس میں تاخیر ہوتی رہی۔ اس تاخیر کو دور کرنے اور اس کتاب کو لکھنے کی ترغیب دینے میں آل احمد سرور اور غلام السدین کا بہت اہم رول ہے جس کا اظہار خود جگن ناتھ آزاد نے کیا ہے۔

"یوں تو ایک مدت سے میرا ارادہ والد محترم کی سوانح حیات مرتب کرنے کا تھا اور یہ کتاب کسی بیرونی ترغیب سے نہیں لکھی گئی لیکن اس بات سے انکار بھی مجھے نہیں کرنا چاہئے کہ پروفیسر آل احمد نے ایک جگہ لکھ کر اور ایک بار بات چیت کے دوران میں اس کام کی اہمیت مجھے جتلائی۔ اسی طرح خواجہ غلام السدین (مرحوم) نے مجھے خط کے ذریعے سے بھی اور زبانی بھی اس کام کی تحریک دلائی۔ میں ان دونوں محترم دوستوں کا ممنون ہوں

کیوں ممکن ہے جسے میں خود اپنے ارادے کی تکمیل سمجھ رہا ہوں وہ ان حضرات کی ترغیب و تحریک ہی کا نتیجہ ہو۔ بہر طور میں اس چھوٹے سے کام کے بارے میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ:

"شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم"

)حیات محروم، جگن ناتھ آزاد، مطبوعہ انجمن ترقی اردو، نئی دہلی(

جگن ناتھ آزادؔ نے خودارادی کے ساتھ اس ترغیب و تحریک پر لبیک کہا اور پوری تن دہی کے ساتھ مسودے کی تیاری میں مصروف عمل ہو گئے۔ پورے اردو زبان و ادب کی تاریخ میں شاید ہی کوئی اور بیٹا ہو جس نے اتنی عمدہ اور قابل تعریف سوانح اپنے والد کی لکھی ہو۔ پروفیسر آل احمد سرور اور خواجہ غلام السدین کو بھی اس بات کا بہ خوبی اندازہ تھا کہ تلوک چند محروم پر لکھنے کے لیے جگن ناتھ آزاد سے بہترین اور موزوں کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا کیوں کہ سوانح نگاری کے میدان میں بہت سے خطرات ہوتے ہیں آل احمد سرور کو ان کا اندازہ تھا۔ اسی لیے انہوں نے جگن ناتھ آزاد سے التماس کیا اس کے دونوں پہلو ہی پر خطر تھے، خلیق انجم کی زبانی ملاحظہ کریں:

"پروفیسر آل احمد سرور نے پروفیسر جگن ناتھ آزاد سے درخواست کی تھی کہ وہ محروم پر ایک ایسی کتاب لکھ دیں، جس میں محروم کے سوانح بھی ہوں اور ان کے علمی و ادبی کارناموں کا جائزہ بھی لیا گیا ہو۔ اس فرمائش کے دو پہلے تھے ایک پہلو تو یہ تھا کہ بیٹے سے یہ درخواست کرنا کہ وہ اپنے باپ کے بارے میں لکھے، خطرے سے خالی نہیں ہوتا کیوں کہ بات کی محبت اور عقیدت حق گوئی میں آڑے آجاتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ بیٹا اپنے باپ کو ایک عظیم انسان اور عظیم فن کار ثابت کرنے کے لیے ایسے واقعات بیان کرے جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو۔

دوسرا پہلو یہ تھا کہ بیٹا باپ کے بارے میں جتنی واقفیت رکھتا ہے اتنی کسی دوسرے کو حاصل ہونا مشکل ہوتی ہے۔ پھر پروفیسر جگن ناتھ آزاد جیسا بیٹا جو ادیب بھی ہے، شاعر بھی ہے اور ہمارے عہد کے صف اول کے ماہرین اقبالیات میں بھی شامل ہیں تو اس سے زیادہ اور کوئی انصاف نہیں کر سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ سرور صاحب نے بہت صحیح فرمائش کی تھی کیوں کہ آزاد صاحب نے اپنے والد کے معاملات میں ذاتی تعصب کو دخل نہیں دیا۔" (ایضاً، ص:۱۱)

اس فن کی خارزار وادیاں ہر قدم پر نئی الجھنیں لیے ہوئے ہیں۔ لبیک کہتے ہوئے انہیں بھی اس مشکل فن کی صعوبتوں کا خاطر خواہ علم نہیں تھا لیکن جب ان کے سامنے بہت سے مسائل کھڑے ہوئے تو انہوں نے اپنے قصور اعتراف کے لیے تمہید لکھی جس کے مطالعے سے ان کو درپیش

مصائب ومسائل کو سمجھا جاسکتا ہے کیوں کہ لکھنے والا بھی غیر جانب دار ہو کر لکھنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن محبت کے احساس کے باوجود اس کے سامنے اس فن کی بہت سی مشکلیں کھڑی ہیں جو باری باری اس قلم کار سے متقاضی ہیں کہ محبت والفت کے باوجود فن کی نزاکتوں کو فراموش مت کر بیٹھنا ورنہ ساری محنت رائیگاں ہو جائے گی۔

جگن ناتھ کے سامنے یہ بھی ایک بڑا چیلنج تھا کہ وہ کن چیزوں کو اس میں ذکر کریں اور کن کو ترک کر دیں تا کہ وہ اس الزام سے بچ سکیں کہ بیٹے نے یہ تو باپ کی مدلل مداحی کی ہے کیوں کہ کب یہ جذبات وشعور میں بہہ جائے اس کا کوئی پتا نہیں۔اس خدشے سے بھی جگن ناتھ آزاد نے اپنا دامن بچالیا اور یقیناً جگن ناتھ آزاد اس میں کامیاب رہے اور اس سوانح نگاری میں کہیں بھی اپنی منطقی معروضیت میں جذبات کو شامل نہیں ہونے دیا بلکہ دامن معروضیت کے ساتھ حقیقت نگاری کو بھی بڑے سلیقے سے پیش کیا ہے اور اپنی معلومات کو فنی نزاکتوں کے پیرائے میں اس طرح ڈھالا ہے کہ زبان وبیان کی چاشنی نے اس کی اہمیت کو دوبالا کر دیا۔ ملاحظہ کریں:

"سوانح حیات لکھنا بڑی ذمہ داری کا کام ہے،سوانح نگار کے لیے افراط وتفریط سے بچتے ہوئے ایک جچا تلا انداز فکر ومتون بیان

اور جب سوانح نگار اپنے کسی عزیز یا بزرگ کے بارے میں لکھ رہا ہو تو اس مشکل میں اور اضافہ ہو جاتا ہے کیوں کہ اسے پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ اپنے بزرگ یا عزیز رشتے دار کے متعلق تعریف وتوصیف میں مبالغے اور غلط کے کس مقام تک پہنچ گیا ہے اور جب بیٹا اپنے باپ کے بارے میں لکھ رہا ہو تو اس عدم وتوازن کا امکان اور زیادہ ہو سکتا ہے۔" (ایضاً، ص:۲۱)

اس اقتباس کے ذریعہ انہوں نے اپنے غیر جانب دار ہونے کا اعلان کیا ہے اور وہ یقیناً ایسا کہنے اور کرنے میں بڑی حد تک کامیاب بھی رہے۔ غلطیوں کا امکان تو انسانی فطرت کے ساتھ لازم وملزوم ہے لیکن جس خوش اسلوبی اور عمدگی سے آزاد نے اس صنف کو نبھانے کی کوشش کی ہے اس کی نظیر ملنا بڑا مشکل ہے۔ والد کی پیدائش ووفات، ان کے ادبی کارنامے، رہن سہن، ذہنی ارتقا اور شعری مناسبت پر ان کی انسانیت نوازی کی جو تصویر آزاد نے پیش کی ہے وہ مبنی بر صداقت معلوم ہوتی ہے۔

محروم کی پیدائش موضع نور زماں شاہ میں یکم جولائی ۱۸۸۱ء کو ہوئی۔ ابتدائی زندگی جس طرح ایک عام پہاڑی کی گزرتی ہے ایسی گزری۔ دریائے سندھ کی موجوں نے اس کو کئی بار اجاڑا اور برباد کیا لیکن یہ گاؤں ہر بار اجڑنے پر بس جاتا۔ اپنے بچپنے کی یادیں، دوست واحباب، انسان کو ساری

زندگی یادرہتے ہیں۔ان کی یادیں نہاں خانہ قلب میں جاگزیں رہتیں مسرت وشادمانی کے لیے انسان کورہ رہ کریادآتے ہیں اوروہ ان کو تاعمرفراموش نہیں کرسکتاہے اس گاؤں کی زندگی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"میرا بچپن دیہاتی مسلمان بچوں کے ساتھ کھیل کود میں گزرا، دریائے سندھ کی ایک شاخ گاؤں کے پاس سے گزرتی تھی موسم گرما میں عموماً سارا سارادن اس دریامیں نہانے اور تیرنے میں گزر جاتا تھا۔ساون بھادو کی برسات میں جب ساراگاؤں زیر آب ہو جاتا تھاتوتمام مکان (کچے کوٹھے اور چھپر) گرجاتے تھے اوراہل دہ کے لیے یہ بہت بڑاحادثہ تھا۔لیکن چوں کہ سب اس کے عادی ہوچکے تھے کسی نہ کسی گزرجاتے تھے۔" (ایضاً، ص:۹۱)

محروم کواپنے وطن سے بڑالگاؤتھاخاص کراس دریائے سندھ سے بے پناہ محبت تھی اوراس کااظہار بھی ان کی شاعری میں جابجاملتاہے۔اوراس کی محبت آخری ایام تک ان کے دل میں موجیں مارتی رہی۔ابتدائے حیات سے انتہائے حیات تک ان کی شاعری میں اس کی گونج محسوس کی جاسکتی ہے۔محروم کی باقاعدہ تعلیم چھ سال کی عمر میں شروع ہوئی۔شاعری کاآغاز بھی بچپن ہی میں کیا۔اپنے کلام پر کبھی کسی سے اصلاح نہیں لی۔بنوں اوردیگر اسکولوں میں ان کے نام کااور کلام کاشہرہ ہوا۔ابتدائی ایام میں ان کاکلام 'مخزن' وغیرہ میں شائع ہوااوراس کلام کولوگوں نے کافی سراہا۔محروم نے اپنے تخلص کے بارے میں لکھاہے کہ محروم نے اپنے تخلص کوپرواز سے بدلناچاہالیکن منشی دیانارائن سنگھ کے کہنے پر مجبور ہوگیا۔ایک دورایسا بھی آیاکہ مجھے اس پر فخر ہونے لگا۔

ع پاتے ہیں درد کی تاثیر اسی نام سے شعر

باعث فخر ہے محروم مرانام مجھے

مڈل اسکول کے بعدہائی اسکول پاس کیا۔میٹریکولیشن کے بعد سینٹرل کالج لاہور میں زندگی کے بہت سے اتار چڑھاؤدیکھے اورزندگی کے تلخ وشیریں سے شادکام ہوئے۔محروم کی زندگی کابڑاحصہ محکمہ تعلیم میں صرف ہوا۔عیسیٰ خیل،بنوں،لاہورڈیرہ ہوتے ہوئے جب واپس عیسیٰ خیل آئے توان کو عیسیٰ خیل کے پانی کی فکرلاحق ہوئی اوران کاگردہ پتھری آلود ہوگیا۔مفتی سعید احمد نے ان کاٹرانسفر کردیااور عیسیٰ خیل کی پانی کی مصیبت سے چھٹکارا ملک گیا۔محروم کی شادی ۱۹۱۰ء میں ہوئی پہلی بیوی سے ایک لڑکی وڈیاپیداہوئی۔پانچ سال میں بیوی کاانتقال ہوگیا،۱۹۱۵ء میں دوسری شادی کی۔اس سے جگن ناتھ آزادپیداہوئے۔جگن ناتھ آزادنے خانگی حالات، فکرشعر،وطن سے محبت،دوستوں کی محفلوں کے حالات،دوران ملازمت

اساتذہ کے آپسی رشک وحسد نیز طلبا کاان کی حمایت کرنااوران کے خلاف بیٹھی ہوئی انکوائری میں سرحدی مسلمانوں کاان کے حق میں آواز بلند کرنا۔ان تمام چیزوں کو آزاد نے جس خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے،اس سے ان کی چلتی پھرتی تصویر آنکھوں کے سامنے گھوم جاتی ہے۔ جگن ناتھ آزاد نے اپنے بچپن کے واقعات میں سے ایک واقعہ لکھا ہے کہ مجھ سے اقبالؔ کے اشعار پڑھواتے،لغوی اغلاط کو دور کرتے،بے پناہ محبت کرتے،لیکن تنبیہ کی جگہ بہت سخت ہو جاتے،دوستوں کے ساتھ نرم اور خوب حق دوستی ادا کرتے۔

شاعروں میں مجازؔ،اکبرؔ،اقبالؔ،جگرؔ،حفیظؔ جالندھری کو پسند فرماتے حفیظؔ کی نظمیہ شاعری کو غنیمت سمجھتے،گرامیؔ کے بڑے مداح تھے۔گرامیؔ کی دل سے عزت کرتے۔حسرت موہانیؔ کے کلام کو بھی خوب پسند فرماتے دوستوں کی پریشانی دیکھ کر حد درجہ بے چین ہو جاتے،سماجی برائیوں کے خاتمے کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے،تاریخی عمارتوں کی نگہداشت پر حکومت کی توجہ اس طرف دلاتے،انھیں کے کہنے پر انارکلی لاہور کی عمارت مرمت ہوئی۔نیز مشاعروں میں بھی خوب شرکت کرتے۔

کلورکورٹ سے کے ماحول سے بے زار تھے،راولپنڈی میں جب میں نے داخلہ لیا تو انہوں نے تبادلہ راولپنڈی

کرالیا۔راولپنڈی کی فضا انہیں خوب راس آئی۔اس سرزمین پر قدم رکھتے ہی ان کا اولین تاثر یہ تھا۔

ع نظارہ سرو سمن اس شہر میں ہے بوٹا سا ہر اک گلبدن اس شہر میں ہے

یہ شہر بسا ہوا چمن ہے یا خاصیت خاک چمن اس شہر میں ہے

(ایضا،ص:۸۱۱)

تقسیم ہند میں جو دونو ممالک کے لوگوں پر گزری اس سے رنگ حیات پھیکا پڑ گیا۔اس افراتفری میں جو اثر ان کے دل پر ہوا اس کو رقم کرتے ہیں۔

موجود ہوتے تو ہمیں اس تباہی کا سامنا کرنا نہ پڑتا۔"

(ایضاً،ص:۸۱۱)

پاکستان سے جب وہ ہندوستان آئے تومولاناابوالکلام کی وساطت سے نوکری مل گئی۔آخر عمر تک پڑھاتے لکھاتے رہے۔والد کومولاناابوالکلام کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا۔والد بھی ان ایام میں عمر کے آخری مرحلے میں تھے بیمار رہنے لگے اوراسی بیماری میں انتقال کر گئے۔

جگن ناتھ آزادؔ کی سوانح نگاری میں جذباتیت کی جگہ معروضیت کارنگ چڑھاہواہے۔اوریہ ان کے شعوکی پختگی اوران کے حک وصک کاآئینہ دارہے۔جگن ناتھ آزادؔان خوش نصیبوں میں شامل ہیں جن کے چاہنے والوں میں ادباکی تعداد بھی بہت زیادہ رہی ہے۔جگن ناتھ کے کارناموں پر قاضی عبدالغفار،فراق گورکھپوری،احتشام حسین، نجیب اشرف ندوی، صباح الدین، عبدالرحمن،ڈاکٹر انصاری،اعجاز حسین،گیان چند جین،خواجہ غلام السدین،عبدالمجید سالک، تیغ الہ آبادی، مصطفی زیدی،وزقار عظیم وغیرہ نے دادخراج وتحسین پیش کیاہے۔

***